Al-SHARQ
Vol: 04, Isue:01, Jan-June 2023, pp:01-11

OPEN ACCESS
Al-SHARQ
ISSN (Online): 2710-2475
ISSN (Print): 2710-3692
www.alsharqjr.com

حضرت آدم علیہ السلام کی زبان قرآن اور بائبل کی روشنی میں

The language of Hazrat Adam in the light of the Quran and the Bible

Dr. Samilul Haq
Assistant Professor, Postdoc Fellowship, Islamic Research Institute (IRI)
International Islamic University Islamabad

Prof. Dr. Miraj ul Islam Zia
Former Dean, Department of Islamiyat, University of Peshawar

Submission: 15-04-2023	*Accepted: 15-05-2023*	*Published:25-06-2023*

Abstract

Language and intellect are both gifts of God. Due to these two characteristics, mankind is superior to all living beings on earth. Here the question arises, that which language was the first language of the world? We have to types of theories to solve these types of questions. According to the religious theory, God created the first man, Adam and he created his wife, Eve'' from the right rib of Adam. As God created them with his Divine power, He also infused in them the talent to speak.

On other hand; the proponents of evolutionary theory one of the opinion that early humans copied the sounds of animals, birds and other phenomena of nature and formed their primitive language. There are some information in the Bible about the early language to the extent that people from Adam to Noah and their close descendants had one language. What kind of language was that? Bible is silent regarding this information. According to Islamic traditions, Adam's language was Arabic and Noah's language was Syriac. But according to modern Islamic researchers, Noah's language was Arooba, which is an old form of Arabic.

Key Words: *Adam, Language, Quran, Bible*

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بغیر کسی سابقہ نقشے کے انسان کو پیدا فرمایا۔ اسے عقل دی اور کلام سکھایا۔ تکلم، بات چیت رب کریم کی ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ اس نعمت کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے پھر بھی کم ہے کیونکہ دنیا میں

CC BY

انسانوں کے علاوہ دیگر حیوانات اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے لیے صرف چند اشارات اور آوازوں کو استعمال کرتے ہیں۔ بلاشک وریب عقل اور زبان رب کریم کا عطیہ ہے۔اس خاص صفت کی وجہ سے نوع انسانی دوسرے حیوانات میں افضل اور نمایاں ہیں۔ آج انسان ترقی کی جس عروج پر پہنچا ہے اس میں زیادہ حصہ اور کردار عقل اور زبان دونوں کا ہے۔

جنت میں حضرت آدم علیہ السلام اپنے رب کو کس نام سے پکارتے تھے؟جنت میں آدم علیہ السلام اور اس کی بیوی حوا آپس میں کس طرح بات چیت کرتے تھے؟ دوسرے الفاظ میں آدم علیہ السلام اور اماں حوا سلام اللہ علیھا کی زبان کیا تھی؟قرآن اور بائبل نے اس حوالے سے کیا رہنمائی دی ہے۔ یہ تحقیقی مضمون (Article) ان سوالات کا جواب دینے کی ایک سعی ہے۔

زبان کی تعریف:Encyclopedia of Britannica کے مطابق:

ایک ایسا نظام جو روایتی طور پر بولی جانے والی، دستی یا تحریری علامات کے طور پر مستعمل ہو، جس کے ذریعے انسان اس سماجی گروپ کے آراکین اور اس کی ثقافت میں حصہ لینے والے آپس میں اپنا اظہار کرسکے۔ زبان کہلاتا ہے۔[1]

ایک دوسری تعریف کے مطابق:

وہ مجموعی نظام جس کے ذریعے انسان ایک دوسرے کے ساتھ خیالات کا تبادلہ، معلومات کا تبادلہ اور اپنے احساسات کا تبادلہ کرسکے زبان کہلاتا ہے۔[2] ماہرین لسانیات نے ان کے علاوہ دیگر تعریفات بھی کی ہیں۔یہاں پر ان دو تعریفات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

زبان کی ابتداء:

دنیا میں کی ابتدائی زبان کیا تھی؟اور یہ کیسے معرض وجود میں آئی؟اس سے متعلق دو قسم کے نظریات پائے جاتے ہیں۔ پہلا نظریہ جسے مذہبی نظریہ یا تخلیقی نظریہ کہلاتا ہے۔ دوسرا نظریہ جسے ارتقائی نظریہ کہلاتا ہے۔ نظریہ ارتقاء کے مطابق جب انسان دنیا میں مختلف مقامات پر ارتقائی منازل سے گزرا تو انہوں نے آس پاس کے آوازوں کا نقل اتارنا شروع کیا۔ مثلاً انسانوں نے شیر کو دیکھا کہ وہ غصے میں کیسے غراتا ہے اور خوشی میں کس طرح آوازیں نکالتا ہے؟ اسی طرح انسانوں نے برستی بارش کے شور کو محسوس کیا۔ انسانوں کو مختلف پرندوں کے مختلف آوازوں کا تجربہ ہوا۔ اسی طرح انسانوں نے خوشی، غمی اور دوسرے احساسات کو صوتی شکل دی۔ مثلاً خوشی میں انسانوں نے "واہ" واہ کی آواز نکالی۔تکلیف میں انسانوں نے آہ، اُف وغیرہ جیسی آوازیں نکالیں۔جب یہ آوازیں اور اشارات مختلف ارتقائی منازل سے گزریں تو اس نے باقاعدہ زبان کی شکل اختیار کی۔انسان کا یہ ارتقائی سفر مختلف مقامات پر مختلف تجربات اور احساسات کے ساتھ ایک دوسرے سے مختلف رہا۔ اسی وجہ سے دنیا میں مختلف زبانیں معرض وجود میں آئیں۔[3]

ارتقاء کے اس تصور پر ایک عام اور سادہ اعتراض اُٹھایا جاتا ہے۔ قائلین ارتقاء نے آج تک اس اعتراض کا کوئی مطمئن جواب نہیں دیا ہے! وہ اعتراض یہ ہے اگر فرض کیا جائے کہ انسانوں نے جانوروں، پرندوں اور دنیا میں موجود دوسری اشیاء کے آوازوں کو نقل کرتے ہوئے اپنے احساسات کو بھی آوازوں کی شکل دی۔ پھر یہی اصوات ارتقائی منازل سے گزر کر ابتدائی زبانیں یا زبان بن گئی۔اب یہ زبان صرف اور صرف انسانوں کے حصے میں کیوں کر آئی۔ دوسرے وہ جانور جو انسانوں سے کم درجہ عقل اور شعور کے مالک ہیں، ان کے حصے میں کیوں نہیں آئی؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان کم درجہ شعور کے حامل جانوروں، پرندوں

اور خاص کر بندروں کے حصے میں انسانوں سے کم تر درجے کی زبان ضرور آتی۔ عقل اور شعور کے ترتیب کے ساتھ جانوروں اور پرندوں میں مختلف درجوں کی زبانیں ہوتی۔ دنیا میں انسانوں کے علاوہ حیوانات اور پرندوں کے کئی اقسام موجود ہیں بلکہ بعض حیوانات تو انسانوں سے کئی گناہ بڑے ہیں۔ کیا ارتقائی عمل صرف انسانوں کے ساتھ خاص تھا؟ یا یہ ارتقائی عمل ختم ہو گیا ہے۔

زبان کی ابتداء سے متعلق تخلیقی نظریہ ایک عقیدہ ہے جو مقدس کتابوں کی تعلیمات کی روشنی میں بنا ہے۔ یہ عقیدہ عقلی دلائل سے زیادہ ان کتابوں کے مضامین اور ان کے اخبار پر ایمان ہے۔ سامی مذاہب جس میں اسلام، عیسائیت اور یہودیت شامل ہیں، کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو بغیر کسی ماں باپ کے اپنی قدرت کاملہ سے تخلیق فرمایا۔ لہٰذا روئے زمین پر آپؑ پہلے انسان ہے۔ حضرت آدمؑ کی پسلی سے آپ کی بیوی حضرت حوا کو پیدا فرمایا اور ان دونوں سے انسانی نسل کو چلایا۔ اسی مضمون کا تذکرہ بائبل میں یوں ہوا ہے۔

"اور خداوند خدا نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا تو انسان جیتی جان ہوا۔"[4]

"اور خدا نے ان کو برکت دی اور کہا کہ پھلو اور بڑھو اور زمین کو معمور کرو اور سمندر کے مچھلیوں اور ہوا کے پرندوں اور کل جانوروں پر جو زمین پر چلتے ہیں اختیار رکھو۔"[5]

قرآن مجید میں تخلیق آدم کا واقعہ بائبل سے تھوڑا مختلف ہے۔ قرآن مجید کے بیان کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ کے خمیر تیار ہونے سے پہلے فرشتوں کو اس منصوبہ عمل کے بارے میں اطلاع دی کہ میں عنقریب مٹی سے بشر یعنی ایک الگ قسم کی مخلوق پیدا کرنے والا ہوں۔ جو زمین پر ہماری خلافت اور نیابت کا حقدار ہوگا۔ فرشتوں نے اس منصوبے پر یوں عرض کیا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ بشر زمین پر فساد برپا کرے اور ناحق ایک دوسرے کا خون کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ انسان کو پیدا کرنے کی حکمت سے صرف میں ہی واقف ہوں۔ قران مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ . وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ[6]

"اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں تو انہوں نے عرض کیا: کیا تو زمین میں اسے نائب بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا حالانکہ ہم تیری حمد کرتے ہوئے تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ فرمایا: بیشک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"

یہی مضمون قرآن مجید میں ایک اور مقام پر یوں ذکر ہے:

" اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ o فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ o "[7]

" جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔ پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی خاص روح پھونکوں تو تم اس کے لیے سجدے میں پڑ جانا۔"

بائبل میں شیطان کی نافرمانی اور آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کا تذکرہ نہیں ہے جب کہ قرآن میں صراحتاً کئی جگہ ابلیس

یعنی شیطان کا ذکر موجود ہے جس نے انسان کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔

حضرت آدمؑ کی تخلیق کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے اپنی قدرت سے بولنے کی طاقت دی، اسے علم سکھایا اور اسے جنت میں بسایا۔ بائبل میں آدمؑ کے بولنے سے متعلق ذکر کچھ یوں ہوا ہے:

"اور خداوند خدا نے کل دشتی جانور اور ہوا کے کل پرندے مٹی سے بنائے اور ان کو آدم کے پاس لایا کہ دیکھے کہ وہ ان کے کیا نام رکھتا ہے؟ اور آدمؑ نے جس جانور کو جو کہا وہی اس کا نام ٹھہرا۔"[8]

قرآن مجید میں اس واقعہ کا اور پیدائش آدم کا واقعہ زیادہ تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔ پھر حضرت آدمؑ کے بولنے اور باقاعدہ علم سیکھنے کا ذکر بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ ذکر ہے جبکہ بائبل میں اجمالاً ذکر ہے۔ البتہ کچھ واقعات بائبل میں مفصل ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت آدمؑ کے سیکھنے، بولنے اور بیان کرنے کا ذکر یوں موجود ہے۔

"وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓىٕكَةِۙ-فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ("قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَاؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ()قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْۚ-فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْۙ-قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِۙ-وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ[9]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھادیے پھر ان سب اشیاء کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ۔ (فرشتوں نے) عرض کی: (اے اللہ!) تو پاک ہے۔ ہمیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا، بے شک تو ہی علم والا، حکمت والا ہے۔۔ (پھر اللہ نے) فرمایا: اے آدم! تم انہیں ان اشیاء کے نام بتادو۔ تو جب آدم نے انہیں ان اشیاء کے نام بتادیئے تو (اللہ نے) فرمایا: (اے فرشتو!) کیا میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی تمام چھپی چیزیں جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

ان آیات سے یہ بات بلکل عیاں ہے کہ آدمؑ میں ابتدا سے ہی بولنے اور بیان کرنے کی استطاعت تھی۔ یہ استطاعت خود اللہ نے آدمؑ کے اندر رکھی تھی۔ قرآن مجید کے اس مضمون سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ اور فرشتوں کے درمیان باقاعدہ بات چیت اور کلام ہوا ہے بلکہ ان کے اندر امتحانی مقابلہ ہوا ہے جو آدمؑ نے جیتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں حضرت آدمؑ اس مقابلے میں پاس ہوئے ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ مقابلہ باقاعدہ بات چیت، کلام اور ایک دوسرے کو جواب دینے کا تھا۔ جس میں آدمؑ نے سوال کا جواب احسن اور وضاحت سے دیا۔ جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کے اندر حضرت آدمؑ کی پیدائش کا مقصد اور کرامت واضح کر دیا۔

بائبل کے بیان سے یہ بات واضح ہے کہ جس وقت آدمؑ اور حوا (سلام اللہ علیہا) کو پیدا کیا گیا اس وقت انسانوں کے علاوہ دوسرے جاندار بھی بات چیت کرتے تھے۔ کیونکہ آدمؑ کو جس باغ، جنت، یا باغ عدن میں رکھا گیا تھا وہاں پر سانپ آیا اور آدم کی بیوی حوا سے کہا کہ جس درخت کے کھانے سے تمہیں منع کیا گیا ہے وہ نیک اور بد کی پہچان والا درخت ہے۔ جس دن تم دونوں اس درخت میں سے کھاؤ گے تو تم خداوند خدا کی طرح نیک اور بد کو پہچانو گے۔ آدمؑ کی بیوی نے سانپ کا یہ مشورہ مان لیا اور اس درخت

میں سے خود بھی کھالیا اور آدمؑ کو بھی دیا۔ خداوند جو ٹھنڈے وقت میں اس باغ کی سیر کے لیے نکلا تھا اس نے آدم کو آواز دی کہ تم کہاں ہو۔

آدمؑ نے جواب دیا کہ میں باغ میں ہوں لیکن میں ننگا ہوں اور میں نے باغ کے پتوں میں اپنے آپ کو چھپایا ہے۔ خداوند نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ تو ننگا ہے؟ کیا تم نے اس ممنوعہ درخت کا پھل تو نہیں کھایا ہے؟ آدمؑ نے جواب میں کہا ہاں میں نے کھایا ہے لیکن یہ مجھے اس عورت نے کھلایا ہے۔ جسے تو نے میرے ساتھ کر دیا ہے۔ تب خداوند نے عورت (حوا) سے پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی۔ عورت نے جواب دیا کہ مجھے سانپ نے بہکایا اور سانپ کے دھوکے اور بہکاوے میں آکر میں نے خود بھی کھایا اور آدمؑ کو بھی کھلایا۔ اس وقت سے خداوند نے عورت اور سانپ کے درمیان دشمنی رکھی ہے۔[10]

بائبل کا یہی بیان کردہ واقعہ قرآن مجید میں بھی کچھ تغیر اور تبدیلی کے ساتھ موجود ہے۔ قرآن مجید میں سانپ کے بجائے یہی مکالمہ اللہ، آدمؑ اور شیطان کے درمیان ہوا ہے۔ شیطان مختلف قسم بہکاوے دے کر آدمؑ اور حوا (سلام اللہ علیہا) کو شجر ممنوعہ کے پھل کھانے پر ابھارتا ہے لیکن پہلے پہل دونوں اس بہکاوے میں نہیں آتے۔ جب شیطان اس طریقے سے مایوس ہو جاتا ہے تو پھر انہیں اللہ کے نام قسمیں کھا کر یقین دلاتا ہے کہ یہی شجر ممنوعہ ایک ایسی عجیب اور بھلی چیز ہے جس کے کھانے سے تمہیں حیات جاویدانی حاصل ہو جائے گی۔ ہمیشہ زندگی کے ساتھ ساتھ تمہیں ہمیشہ کے لیے یعنی نہ ختم ہونے والی حکومت بھی مل جائے گی۔ گویا شیطان نے آدمؑ اور حواؑ کو ایک لازوال حکومت اور لازوال زندگی کی لالچ دی اور انہیں بہکایا۔ جب ان دونوں نے اس شجر ممنوعہ میں سے کھایا تو انہیں اس نافرمانی پر خبردار کر دیا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں یاد دلایا کہ کیا تمہیں اس کے کھانے سے منع نہیں کیا تھا؟ اور تمہیں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اس سرزنش پر دونوں نے رب کریم سے معافی طلب کی اور اللہ نے انہیں بخش دیا۔

یہاں پر ایک نکتہ ضرور قابل التفات ہے کہ قرآن میں آدمؑ اور حوا (سلام اللہ علیہا) دونوں کو شجر ممنوعہ کے پھل کھانے پر قصوروار ٹھہرایا گیا ہے جب کہ بائبل میں صرف "حوا" یعنی عورت قصوروار ٹھہرائی گئی ہے، جس نے سانپ کے بہکاوے کی وجہ سے ممنوعہ پھل خود بھی کھایا اور آدمؑ کو بھی کھانے پر مجبور کیا۔ ایک اور نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ بائبل میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان مکالمہ پھر آدمؑ کا علمی مرتبہ واضح ہونا۔ فرشتوں کا سجدہ کرنا، شیطان کا بہکانا وغیرہ ذکر نہیں ہے۔ بائبل میں شیطان کے بہکانے کی بجائے سانپ کے بہکانے کا ذکر ہے۔

مندرجہ بالا بیانات کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آدمؑ اور اس کی بیوی آپس میں کلام کرتے تھے۔ اسی طرح وہ اللہ رب العزت کے ساتھ، شیطان کے ساتھ اور سانپ کے ساتھ بھی باتیں کرتے تھے۔

اب حیرانگی، جستجو اور حل طلب بات یہ ہے کہ "جنت جس میں[11] آدمؑ اور حواؑ کو رکھا گیا تھا، وہاں دونوں آپس میں کونسی بولی بولتے تھے؟ وہ شیطان یا سانپ کے ساتھ کس زبان میں بات کرتے تھے؟ اس جنت کے اندر وہ اپنے رب کو کس طرح یاد کرتے تھے؟ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو کس نام سے پکارتے تھے؟ کیا آدمؑ اور حواؑ ایک ہی زبان بولتے؟ یا دونوں کئی زبانیں بولتے تھے۔

قرآن اور بائبل کے مضامین سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آدمؑ اور حواؑ دونوں ایک ہی بولی بولا کرتے تھے اور اسی طرح آپ کے قریبی اولاد بھی ایک ہی زبان بولا کرتے تھے۔ وہ دوسری زبانوں سے بے خبر تھے۔ بائبل میں اس مضمون کا بیان یوں آیا

ہے۔

"اور تمام زمین پر ایک ہی زبان اور ایک ہی بولی تھی۔ اور ایسا ہوا کہ مشرق کی طرف سفر کرتے کرتے ان کو ملک سنعار میں ایک میدان ملا اور وہ وہاں بس گئے۔"[12]

بائبل میں مذکورہ یہ حال اس وقت کو بیان کرتا ہے جب طوفان نوح آیا تھا۔ طوفان نوح کے بعد نوحؑ اور اس کی اولاد کی تعداد بڑی اور وہ ملک سنعار کے میدان میں بسنے لگے۔ اب یہاں اس بات کی وضاحت موجود نہیں کہ یہ نوحؑ کے کس بیٹے کی اولاد ہے۔ جو ملک سنعار کے میدان میں آباد ہوگئے۔ بہر حال نوحؑ کی جس بیٹے کے بھی اولاد تھیں لیکن ان کی زبان ایک تھی۔

قرآن مجید میں لوگوں کی ایک زبان اور بولی سے متعلق واضح آیات نہیں ہیں اگرچہ روایات میں یہ بات ضرور ملتی ہے جس کو آگے ذکر کیا جائے گا لیکن قرآن مجید کی ایک آیت سے اکثر لوگ دلیل پکڑتے ہیں کہ آدمؑ اور حوا (سلام اللہ علیھا) ایک ہی بولی بولا کرتے تھے جو زیادہ قرین قیاس ہے۔ وہ آیت یہ ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ[13]

"تمام لوگ کی ایک ہی جماعت تھی۔ (انہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔) تو اللہ نے ان کی طرف انبیاء بھیجے جو (جنت) کی خوشخبری دیتے تھے اور (جہنم) سے ڈراتے تھے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان کے اختلاف میں فیصلہ کریں"۔

امام قرطبیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ابن عباسؓ اور قتادہ نے کہا ہے کہ یہ زمانہ آدمؑ اور نوحؑ کے درمیان تھا۔ جب بعد میں لوگوں کے درمیان شرک شروع ہوا تو اللہ نے انبیاء کرام بھیجے۔[14]

اس آیت کے ظاہر سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ نوح سے پہلے لوگوں کی زبان ایک تھی۔ جب لوگ ایک امت، ایک جماعت کی شکل میں تھے تو ان کی زبان بھی ایک تھی۔ قرآن اور بائبل سے اسی حد تک تو بات واضح ہوگئی کہ آدمؑ اس کی بیوی اور آپ کے قریبی اولاد کی زبان ایک تھی۔ لیکن یہ سوال اپنی جگہ پھر بھی موجود ہے کہ یہ لوگ آپس میں کونسی زبان بولتے تھے؟ قرآن اور بائبل اس سوال کے جواب سے خاموش ہیں۔ دونوں کے کسی بھی آیت میں اس بات کا ذکر موجود نہیں کہ ان لوگوں کی زبان کیا تھی۔ البتہ اسلامی روایات میں اس سوال کا جواب کسی حد تک موجود ہے۔ اسلامی روایات کے مطابق جنت میں آدمؑ کی زبان عربی تھی۔ جب آدمؑ نے اس شجر ممنوعہ کا پھل کھایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے عربی زبان سلب کر لیا اور اس کی جگہ سریانی زبان دی۔ حضرت آدمؑ کی توبہ جب قبول ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ عربی زبان دی۔ اس روایت کو ابن عساکر نے یوں روایت کی ہے:

عن عكرمة عن ابن عباس أن ادم كان لغته في الجنة العربية فلما عصى ربه سلبه الله العربية فتكلم بالسريانية فلما تاب الله عليه رد عليه العربية[15]

"عکرمہؓ ابن عباسؓ سے روایت کرتا ہے کہ جنت میں آدمؑ کی زبان عربی تھی۔ جب آپ نے شجر ممنوعہ سے کھایا تو اللہ نے ان سے عربی زبان سلب کر لی تو وہ سریانی زبان میں باتیں کرنے لگے، پھر جب اللہ نے آپ کی توبہ قبول کی تو عربی زبان ان کو لوٹا دی۔"

اس سے ملتی جلتی روایت امام آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں نقل کیا ہے۔

وقال ابن حبيب كان اللسان الذى نزل به آدم من الجنة عربياً ثم حرف وسار سريانياً[16]

"ابن حبیب نے کہا ہے کہ وہ زبان جس کے ساتھ آدمؑ جنت سے اترے تھے وہ عربی تھی پھر وہ سریانی زبان میں تبدیل ہوگئی۔

ابن حبیب کا یہی قول تفسیر بیضاوی کے حاشیے "**عناية القاضى وكفاية الراضى علىٰ تفسير البيضاوى**" میں بھی نقل کیا گیا ہے۔[17]

عربی زبان کے ماہرین جو یورپ کے مختلف یونیورسٹیوں میں لسانیات کے پروفیسرز ہیں، ان میں سے اکثر مصری ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ عربی تمام زبانوں کی ماں ہے۔ اس پر انہوں نے عقلی اور نقلی دلائل دی ہیں۔ ان کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ بیت اللہ جو مکہ میں واقع ہے دنیا میں اللہ کا پہلا گھر ہے۔ یہ آدمؑ اور فرشتوں نے مل کر بنایا تھا اور اسی کو بیت العتیق کہا گیا ہے۔ حجر اسود جو آدم کی نشانی خاص ہے آج بھی بیت اللہ (کعبہ) کے دیوار میں موجود ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آدمؑ کی زبان عربی تھی اور یہی سے عربی دنیا میں پھیلی ہے اور پھر اس سے دوسری زبانیں بن گئی ہیں۔[18]

یہاں پر کتاب منن الرحمٰن کے بنیادی دلائل کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کا زیادہ تر حصہ عقلی دلائل پر مشتمل ہے۔ عقلی دلائل میں عربی زبان کی فصاحت و بلاغت پر بات کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ عربی زبان ایک فصیح و بلیغ زبان ہے۔ اس میں ایک لفظ کے کئے مطالب ہوتے ہیں اور کبھی ایک چیز کے لئے کئی نام استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً شیر کے لئے عربی میں سینکڑوں نام استعمال ہوئے ہیں۔ اسی طرح رات اور دن کے لئے مختلف پہلوؤں سے مختلف نام استعمال ہوتے ہیں۔ عربی زبان میں ایک حرف کا بھی معنی ہوتا ہے۔ مثلاً "اِ" وعدہ کرو۔ "ج" اعتدال کے ساتھ جاؤ، نہ تیز اور نہ آہستہ۔ "لِ" قریب آؤ۔ "فِ" وفادار بنو وغیرہ وغیرہ۔ عربی میں کبھی کبھی ایک لفظ مکمل جملے کا کام کرتا ہے۔ مثلاً "طفقت" میں ہمیشہ جوار کی روٹی کھاتا ہوں۔ "جم" آدھی رات گزر گئی وغیرہ۔ عربی زبان کے سہ حرفی مادہ میں معمولی تغیر کی وجہ سے پورا معنی تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح زبر زیر اور پیش کی تبدیلی سے بھی معنی بدل جاتا ہے۔ انسان عربی زبان میں کم الفاظ کے ساتھ ایک بڑا مطلب بتا سکتا ہے جب کہ دوسری دوسری زبانوں میں ایک ہی مقصد کی وضاحت کے لئے متعدد جملوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ عربی میں جوامع الکلم یعنی جامع کلمات موجود ہیں جو کہ دوسری زبانوں میں نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ حضرت آدمؑ کے ساتھ تعلیم الاسماء میں شریک تھے۔ اگرچہ یہ روحانی شراکت تھی۔ نبی کریم ﷺ فصیح عربی تھے اور قرآن کریم عربی مبین ہے۔ دیلمی کے حوالے سے روایت یہ ہے۔ **كنت نبياً و ادم بين الماء والطين**[19] "میں اس وقت نبی تھا جب آدمؑ کا جسد پانی اور گارے کی کی شکل میں تھا۔"

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ۔[20] "بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا ہے وہ مکہ میں ہے۔"

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دنیا کا پہلا عبادت گاہ کعبہ یا بیت اللہ ہی ہے اور وہ بیت اللہ مکہ میں ہے۔ حجر اسود جو حضرت آدمؑ کی نشانی ہے وہ بھی بیت اللہ میں ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کا دوبارہ اس گھر کو بنانا الہٰی مقصود اور منشا کا حصول

تھا۔ عربی زبان اس الٰہی احساس اور منشا کے حصول کا ذریعہ ہے۔ مرزا صاحب نے اعجاز القرآن کو ذکر کیا ہے اور عربی جڑ کے الفاظ دس حلقوں میں تقسیم کیا ہے اور اس کے ساتھ دعوہ کیا ہے کہ یہی خصوصیات عبرانی، سریانی اور دنیا میں موجود دوسری زبانوں میں نہیں ہے۔ لہٰذا عربی زبان دنیا کی اولین زبان ہے اور یہی ام الالسنتہ (تمام زبانوں کی ماں) ہے۔[21]

زبانوں میں اختلاف:

آج کل دنیا میں ہزاروں زبانیں بولی جاتی ہیں اور ہر ایک زبان دوسری زبان سے مختلف ہے۔ اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ روایات کے مطابق آدمؑ کی زبان ایک تھی۔ عربی تھی۔ سریانی تھی یا دونوں زبانیں تھی۔ تو پھر انسانوں میں اتنی زیادہ زبانیں اور بولیاں کہاں سے پیدا ہوئی؟ قرآن، حدیث اور اسلامی روایات اس حوالے سے خاموش ہیں۔ بائبل کے اندر زبانوں میں اختلاف کی وجہ بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ بائبل میں ذکر ہے:

> "اور تمام زمِین پر ایک ہی زبان اور ایک ہی بولی تھی۔ ○ اور اَیسا ہُؤا کہ مشرق کی طرف سفر کرتے کرتے اُن کو مُلک سِنعار میں ایک میدان مِلا اور وہ وہاں بس گئے۔ ○ اور اُنہوں نے آپس میں کہا آؤ ہم اِینٹیں بنائیں اور اُن کو آگ میں خُوب پکائیں۔ سو اُنہوں نے پتّھر کی جگہ اینٹ سے چُونے کی جگہ گارے سے کام لیا۔ ○ پھر وہ کہنے لگے کہ آؤ ہم اپنے واسطے ایک شہر اور ایک بُرج جِسکی چوٹی آسمان تک پہنچے بنائیں اور یہاں اپنا نام کریں۔ اَیسا نہ ہو کہ ہم تمام رُویِ زمِین پر پراگندہ ہو جائیں۔ ○ اور خُداوند اِس شہر اور بُرج کو جِسے بنی آدم بنانے لگے دیکھنے کو اُترا۔ ○ اور خُداوند نے کہا دیکھو یہ لوگ سب ایک ہیں اور اِن سبھوں کی ایک ہی زبان ہے۔ وہ جو یہ کرنے لگے ہیں تو اب کُچھ بھی جس کا وہ اِرادہ کریں اُن سے باقی نہ چھُوٹے گا۔ ○ سو آؤ ہم وہاں جاکر اُن کی زبان میں اِختلاف ڈالیں تاکہ وہ ایک دُوسرے کی بات سمجھ نہ سکیں۔ ○ پس خُداوند نے اُن کو وہاں سے تمام رُویِ زمِین میں پراگندہ کِیا سو وہ اُس شہر کے بنانے سے باز آئے۔ ○ اِس لئے اُس کا نام بابل ہُؤا کیُونکہ خُداوند نے وہاں ساری زمِین کی زبان اِختلاف ڈالا اور وہاں سے خُداوند نے اُن کو تمام رُویِ زمِین پر پراگندہ کِیا۔"[22]

تالمود میں زبانوں کے اختلاف پر وضاحت کی گئی ہے کہ دراصل ان انسانوں کے ارادے برے تھے اور ایک برج بنانا چاہتے تھے تاکہ وہ خداوند کا مقابلہ کرے لیکن اللہ نے ان کے برے ارادے بھانپ لیے اور اللہ نے ان کے مینار کو گرادیا اور لوگوں کے زبانوں میں اختلاف ڈال دیا اور لوگ آپس میں لڑنے لگے اور دنیا میں منتشر ہو گئے۔[23]

یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو بائبل میں بیان ہوا ہے۔ یہ واقعہ ملک سنعار میں واقع ہوا تھا۔ اس واقعہ کے بعد ملک سنعار کا نام بابل پڑ گیا۔ کیونکہ یہاں خداوند اترا تھا۔ اس وجہ سے یہ باب ایل بن گیا یعنی خداوند کا دروازہ۔ زبانوں میں اختلاف کا یہ وجہ بھی بیان کیا جاسکتا ہے ! کہ جس طرح مفسرین قرآن نے اسرائیل روایات کو نقل کیا ہے انہوں نے اکثر روایات کی نہ تو تصدیق کی ہے اور نہ تکذیب کی ہے بلکہ خاموش رہے ہیں۔ بائبل کے اس بیان پر خود مغربی مسیحی مفسرین نے کافی تنقید کی ہے لیکن یہاں اس سے احتراز کیا جاتا ہے۔ بائبل میں مذکورہ واقعہ طوفان نوح کے بعد کا ہے جب نوحؑ کی اولاد تعداد میں زیادہ ہوگئے تھے اور وہ زمین میں پھیلنا شروع ہوگئے تھے۔

کشتی نوح میں سوار افراد:

قرآن اور بائبل کے نصوص ایک حد تک اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت آدمؑ کے بعد طوفان نوح میں یہ دنیا غرق ہو گئی تھی۔ مؤرخین نے اسی وجہ سے نوحؑ کو آدم ثانی کہا ہے۔ یہاں پر یہ بات زیادہ اہم ہے کہ نوحؑ کی زبان کیا تھی؟ ان کے ساتھ کشتی میں سوار افراد کی زبان کیا تھی؟ وہ تعداد میں کتنے تھے؟ کیا طوفان نوح ساری دنیا میں آئی تھی؟ یا کسی خاص مقام پر۔

اکثر اہل علم نے حضرت آدمؑ کی زبان سے زیادہ بحث کی ہے لیکن نوحؑ کی زبان سے کوئی خاص معلومات نہیں دی ہے حالانکہ حضرت نوحؑ کی زبان سے متعلق معلومات زیادہ اہم ہیں کیونکہ نوحؑ کے بعد کوئی بڑا عذاب نہیں آیا ہے۔ اگر فرض کیا جائے کہ حضرت نوحؑ پر ایمان لانے والے صرف ان کے بیٹے تھے تو پھر ان کی زبان ایک ہونا لازمی ہے۔

اگر ان پر ایمان لانے والے دنیا کے مختلف علاقوں سے تعلق رکھتے تھے تو پھر یہ سوال اپنی جگہ پر رہے گا کہ ان کی زبانیں کیا تھیں؟ یہ سوال اپنی جگہ پر بھی اہمیت کا حامل ہے کہ طوفان خاص مقام پر آیا تھا یا تمام دنیا پر آیا تھا۔ یہاں پر بحث کی طوالت کی وجہ سے اس سے احتراز کیا جاتا ہے۔ صرف زبان سے متعلق بحث کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔

تورات کے بیان اور مضمون کے مطابق نوحؑ کے ساتھ کشتی میں انسانوں میں سے نوحؑ اور اس کی بیوی، آپ کے تین بیٹے سم، حام، یافت اور ان کی بیویاں شامل تھیں۔[24]

قرآن مجید میں نوحؑ پر ایمان لانے والوں کی تعداد ذکر نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ذکر ہے کہ آپ پر بہت کم لوگوں نے ایمان لایا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ"[25] "اور آپ پر ایمان لانے والے بہت کم تھے"

احادیث مبارکہ اور روایات میں بھی نوحؑ پر ایمان لانے والوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اکثر مفسرین نے یہی تورات والی روایت کو بھی نقل کیا ہے جو کہ تعداد میں آٹھ (8) بنتی ہے۔ قرآن مجید میں نوحؑ کے ایک بیٹے کے کفر اور اس کے ہلاک ہونے کا بھی ذکر موجود ہے۔ جب کہ بائبل (تورات) میں اس کا ذکر موجود نہیں۔ ان تمام روایات کا خلاصہ ابن کثیر نے یوں پیش کی ہے۔

فَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانُوا ثَمَانِينَ نَفْسًا مِنْهُمْ نِسَاؤُهُمْ، وَعَنْ كَعْبِ الْأَحْبَارِكَانُوا اثْنَيْنِ وَسَبْعِينَ نَفْسًا. وَقِيلَ كانوا عشرة، وقيل إنما كان نُوحٌ وَبَنُوهُ الثَّلَاثَةُ سَامٌ وَحَامٌ وَيَافِثُ وَكَنَائِنُهُ الْأَرْبَعُ نِسَاءٍ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ وَامْرَأَةُ يَامٍ، وَقِيلَ بَلِ امْرَأَةُ نُوحٍ كَانَتْ مَعَهُمْ فِي السَّفِينَةِ[26]

> "ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ 80 افراد تھے جس میں ان کی بیویاں بھی تھیں۔ کعب الاحبار کی روایت کے مطابق یہ 72 افراد تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ 10 افراد تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نوحؑ اور ان کے تین بیٹے، سام، حام، یافت اور ان کی بیویاں۔ چار عورتوں جس میں ان کی تین بیٹوں کی بیویاں اور ایک یام کی بیوی۔ (یام نوحؑ کا وہ بیٹا جو طوفان میں غرق ہو گیا تھا) اور کہا گیا ہے کہ یہ یام کے بجائے نوحؑ کی بیوی تھی جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھی۔"

ان روایات سے پھر بھی یہ بات معلوم نہیں ہوتی ہے کہ نوحؑ پر ایمان لانے والے افراد چاہے 80 ہو، 72 ہو یا 10 ہو، یہ تمام ایک علاقے یعنی ایک زبان بولنے والے تھے یا دنیا کے مختلف جگہوں سے اکٹھے کئے گئے تھے۔ جن کی زبانیں مختلف تھیں۔ بائبل یا اس کی تفاسیر میں اس سے متعلق کوئی معلومات موجود نہیں۔ اسلامی روایات میں حضرت نوحؑ کی زبان سے متعلق

معلومات موجود ہیں اگرچہ ان روایات کا اسنادی حیثیت کمزور ہے لیکن تاریخ کے معاملے میں کسی حد تک قبول کیا جاسکتا ہے۔ان روایات کے مطابق حضرت نوحؑ کی زبان سریانی تھی۔[27]

یہاں پر دینوریؒ نے وہی زبانوں میں اختلاف والی رایت جو بائبل (تورات) میں ہے نقل کیا ہے لیکن آپؒ نے اس کو 80 افراد میں زبان کے اختلاف کا واقعہ بتایا ہے۔

موجودہ زمانے کے ایک عالم شیخ مساعد الطیار نے دعوہ کیا ہے کہ نوحؑ کی زبان عروبہ تھی۔آپ نے اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے جو دلائل دیئے ہیں ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ قوم نوحؑ جن بتوں کی پوجا کرتے تھے۔یعوق، یغوق اور نسر وغیرہ۔یہ تمام نام عربی زبان کے ہیں۔[28]

شیخ مساعد الطیار نے عروبہ زبان کی وضاحت کرتے ہوئے کیا ہے کہ یہ پرانی عربی تھی جس سے مختلف عربی لہجے نکلے ہیں اور آج جزیرہ عرب کے مختلف حصوں میں بولے جاتے ہیں۔

المختصر اللہ تبارک وتعالی کو جن ناموں سے پکارا گیا ہے ان میں قدیم ترین الوھیم، الہ، اللہ اور ایل ہے جو زبان کے لحاظ سے ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہیں۔اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ عروبہ تھی یا عروبہ کی طرح کوئی زبان تھی جو آدمؑ اور ان کی اولاد، نوحؑ اور ان کی اولاد بولا کرتے تھے جس سے دنیا کی مختلف زبانیں نکلی ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

---

1 Crystal, David and Robert Henry Robins, Encyclopedia Britannica, online, e-book. https://www.britanca.com/language

2 لیونز، جون، اللغتہ وعلم اللغتہ، دار النھضتہ العربیہ، طبع اول، ص 4-10

3 Yule, George, :The Study of Language: Cambridge University Press2023,P 1to12

4 پیدائش 7:2

5 پیدائش 28:1

6 سورۃ البقرہ۔30

7 سورۃ ص۔71،72

8 پیدائش، 19:2

9 سورۃ البقرہ۔31،32،33

[10] پیدائش 3:1تا20

[11] قرآن اور احادیث مبارک کے مضامین سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ جنت جس میں آدمؑ اور اس کی بیوی حواؑ کو رکھا گیا تھا وہ آسمانوں میں تھی جبکہ بائبل میں صراحت کے ساتھ یہ بات موجود ہے کہ وہ جنت دنیا میں تھی۔

[12] پیدائش 11:1،2

[13] سورۃ البقرۃ۔213

[14] قرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن (محقق)، دار الکتب المصریۃ- قاھرہ 1964ء، ج3، ص30،31

[15] ابن عساکر، ابوالقاسم علی بن الحسن، تاریخ دمشق، (محقق) دار الفکر- بیروت 1995ء، ج7، ص406، 407

[16] آلوسی، شہاب الدین محمود بن عبداللہ، روح المعانی (محقق) دارالكتب العلمية -بیروت 1415ھ، ج1، ص59

[17] خفاجی، شہاب الدین احمد، عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علیٰ تفسیر البیضاوی، دار صادر، بیروت 1069ھ، ج1، ص62

[18] آرشیف ملتقی اہل التفسیر، December 2010، احمد الریس March2009,03:12,29
.http://www.tafsir.net

[19] یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ "كنت نبياً وآدم بين الماء والطين" اکثر اہل علم کے نزدیک موضوع ہے۔ امام بن تیمیہؒ فرماتے ہیں ان الفاظ کا کوئی اصل نہیں اور نہ صحیح اہل علم میں سے کسی نے روایت کیا ہے بلکہ یہ من گھڑت روایت ہے۔ (مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ الحرانی، مجمع الملک الفھد لطباعۃ مدینہ- سعودی عرب 1995ء، ج2، ص147)۔
امام ترمذی اور دوسرے محدثین نے ایک روایت کو دوسرے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ وہ روایت مفہوم میں الماء والطين سے تھوڑا سا مختلف ہے۔ وہ روایت یہ ہے: "وادم بين الروح والجسد" یعنی آدمؑ کے جسد مبارک میں روح اس وقت تک نہیں ڈالی گئی تھی جب تک مجھے نبی بنایا گیا تھا۔ (ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الکبیر (سنن ترمذی)، تحقیق: بشار عواد، دار العرب الاسلامی- بیروت 1998ء، ج6، ص9)۔ یہ روایت ابوھریرہؓ کے علاوہ عرباض بن ساریہؓ سے بھی مروی ہے۔

[20] سورۃ ال عمران 6

[21] قادیانی، مرزا غلام احمد، منن الرحمٰن، الشرکۃ الاسلامیہ محدودۃ، 2010ء، یوکے (UK)، ص1 تا آخر

[22] پیدائش 11:1تا9

[23] پولانو، ایچ، تالمود، (اردو ترجمہ سٹیفن بشیر) مکتبہ عناویم پاکستان، 2010، ص30-31

[24] پیدائش، 6:18-9:18

[25] سورۃ الھود، 40

[26] ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (محقق) دار الکتب العلمیہ- بیروت 1999، ج4، ص279، 321

[27] دینوری، ابو حنیفہ احمد بن داؤد (متوفی 282ھ)، الاخبار الطوال، تحقیق عبدالمنعم عامر، داراحیاء الکتب العربی- قاھرہ 1960ء، ص02

[28] آرشیف ملتقی اہل الحدیث، مقالات شیخ مساعد الطیار، دسمبر 2010ء، جلد3، ص104
http://www.ahlalhadeeth.com